تعلیمات نہج البلاغہ ۲

فطرت کی جانب بازگشت

جواد محدثی

تعلیمات نہج البلاغہ (۲)

فطرت کی جانب بازگشت

جواد محدثی

مطہری فکری وثقافتی مرکز۔ کشمیر

بسم الله الرحمن الرحيم

نام کتاب: فطرت کی جانب بازگشت

مصنف: جواد محدثی

ترجمہ : مرغوب عالم عسکری

نظر ثانی: سید سجاد حیدر صفوی

طبع اول: جون ۲۰۱۴ء

تعداد: ۲۰۰۰

ناشر: مطہری فکری وثقافتی مرکز۔ کشمیر

فہرست مطالب

☆☆☆☆☆

حرف اول

آج کی دنیا بھیڑ بھاڑ، شوروغل اور ہلڑ ہنگامے کی دنیا ہے جسمیں انسان اورانسانیت کے خلاف ہر آن شیطانی ساز اور سازشیں سرگرم عمل ہیں اور ہم انسان مختلف طرح کی روحانی بیماریوں اور مشکلات کا شکار ہیں بلکہ مشکلات کی ایک دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں جس سے نکلنے کا چارہ بھی نظر نہیں آتا جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جن مادی اشیا کی وجہ سے ہم ان مشکلات کا شکار ہوئے ہیں، مشکلات سے نکلنے کے لئے بھی ہم انہی کارخ کرتے ہیں اور نتیجہ میں مزید مشکلات میں پھنس جاتے ہیں۔ جبکہ زندگی سے مشکلات سے باہر نکلنے اور درست زندگی بسر کرنے کے لئے خدائے منان نے اپنی کتاب اور معصوم ہستیوں کی شکل میں منشور حیات اور عالم و باعمل راہنما بھیجے ہیں۔ ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی سیرت اوران کے اقوال ہمارے لئے بہترین راہنما ہیں اوران میں بھی امیر بیان مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کا مجموعہ کلام نہج البلاغہ ایک خاص جاذبیت کا حامل ہے جو ہر دور میں ہمارے لئے ایک مکمل منشور زندگی کی حیثیت رکھتا ہے۔

نہج البلاغہ ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں امام علیہ السلام نے زندگی کے ہر موضوع اور مسئلہ سے متعلق گفتگو اور راہنمائی کی ہے۔ تعلیمات نہج البلاغہ کے نام سے زیر نظر مجموعہ مختلف

موضوعات کو نہج البلاغہ کی روشنی میں پیش کرتا ہے۔ زیر نظر کتاب مفکر جلیل ''جواد محدثی'' صاحب کی گراں قدر کتاب ''فطرت کی جانب بازگشت'' کو فاضل جلیل مولانا مرغوب عالم عسکری صاحب نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم ان تمام حضرات کے شکر گذار اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں۔ اس منزل میں ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مطہری فکری وثقافتی مرکز

☆☆☆☆☆

حرف آغاز

بارگاہ الٰہی سے کٹا ہوا انسان اس سر بریدہ سیٹھے کے قلم کے مانند ہے کہ جس کی آواز کو مولوی نے گریہ سے تعبیر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا نالہ وشیون کرنا دوبارہ اپنے نیستان (وہ جھاڑی جہاں یہ اگتا ہے) سے ملنے کی خاطر ہے اور اس کا آہ وفغاں کرنا اس کے پر درد ہجر کی مکمل حکایت ہے گویا وہ اپنی مفارقت وجدائی کا شکوہ کر رہا ہے۔

اگر اطاعت وبندگی انسان کو بارگاہ خدا سے وصل کرتا ہے تو گناہ وعصیان کا ارتکاب اس رشتہ اور پیوند کو پارہ پارہ کر دیتا ہے اور ایک انسان کو وسیع رحمت الٰہی کے حرم سے دور کر دیتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دوزخ کا ایندھن بن جاتا ہے۔

لیکن سارا ماجرا اتنا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے بعد کا مرحلہ بھی ہے کہ جہاں انسان رشتہ عبودیت کے ذریعہ، ساحت ربوبیت سے پیوستہ ہو جاتا ہے اور وہ سر بریدہ سیٹھے کا قلم دوبارہ اپنے نیستان کی طرف پلٹ جاتا ہے اسی راہ بازگشت کا نام ہے ''توبہ''۔

''توبہ'' بند دروازے کی پشت پر ایک دریچہ ہے۔توبہ، ناامیدی اور مایوسی کے آخری کوچہ میں امید کی ایک کرن ہے، جس وقت انسان کے دماغ پر سنگ جہالت اور غفلت کی مار پڑتی ہے تو وہ

''دام گناہ'' اور شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے، اور آدمیت کے حصار سے باہر نکل آتا ہے نیز حیوانیت کا روپ دھار لیتا ہے، اس کا دل سیاہ اور اس کی زندگی آلودہ ہوجاتی ہے اور خود ہوائے نفسانی کے ہاتھوں ایک کھلونہ بن جاتا ہے اور کبھی کبھی تو اس بات کا احساس کرنے لگتا ہے کہ جس مقام پر وہ ہے اور جہاں پر اسے ہونا چاہئے اس کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوگیا ہے اور وہ بہت گہری کھائی میں گر پڑا ہے چنانچہ وہ اپنے اور اپنے خالق سے شرمندہ ہوتا ہے اور یہ تصور کرنے لگتا ہے کہ وہ بدبختی کے آخری دہانے تک پہونچ گیا ہے کہ جہاں سے برگشت ممکن نہیں ہے، لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور ہر عاصی و پشیمان بندے کے لئے خداوند عالم کی طرف سے یہ دعوت نامہ موجود ہے کہ وہ پلٹ آئے یہاں پر جو بات قابل اہمیت ہے وہ صدائے الٰہی پر کان دھرنا ہے اور خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خداوند عالم خود اس خواب غفلت سے بیدار ہونے کے اسباب مہیا کردیتا ہے۔

شرمندہ کردہ است مرا تیرہ کاری ام
یا رب ببخش بر من و بر آہ و زاری ام
ترسم کہ خواب غفلتم آخر کند ہلاک
بیدار کن زخواب و بدہ ہوشیاری ام(۱)

مجھ کو میری سیاہ کاریوں نے رسوا و شرمندہ کردیا ہے، اے پالنے والے میری آہ و زاری پر رحم کر اور مجھے بخش دے۔

مجھے ڈر ہے کہ خواب غفلت کہیں مجھے ہلاک نہ کردے (اے خدا) مجھے خواب غفلت سے بیدار کر اور مجھے فہم و شعور عطا کر۔

---

(۱) حجۃ الاسلام بہجتی (شفق)۔

ایک مرتبہ پھر... معارف نہج البلاغہ سے آشنائی اور حکمت علوی کے آب زلال سے کچھ قطرے نوش فرمانے کے لئے امیر امومنین علیہ السلام کے نورانی ارشادات و رہنمائی سے استفادہ کرتے ہیں اور موضوع ''توبہ'' کے حوالے سے نہج البلاغہ کے حضور میں زانوئے ادب تہہ کرتے ہیں۔

چنانچہ جو کچھ مذکورہ گفتار میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے وہ سخنان امیر المومنین علیہ السلام کے عطر آفرین گلستان کے کچھ پھول ہیں کہ جن کو سبد عبارت میں آراستہ کر کے پیش کیا جارہا ہے، نیز ان کے حکمت آمیز اور نورانی کلمات کی شرح کے لئے شُشتہ اور سلیس عبارت کا سہارا لیا گیا ہے تاکہ اس کے نوجوان مخاطبین اپنے پاک و پاکیزہ اور مستعد قلب کے ساتھ نہج البلاغہ کے مضمون و مفاہیم سے بہرہ مند ہوسکیں۔

حضرت علی علیہ السلام کے خطبات، مکتوبات اور کلمات قصار کے حوالے سے حاشیہ میں جو شمارہ نمبر دیا گیا ہے وہ ''صبحی صالحی'' کی نہج البلاغہ کے مطابق ہے۔ امید ہے کہ یہ نوشتہ ہمارے پیشوا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی بصیرت افروز رہنمائی کی وجہ سے بہت زیادہ آشکار اور روشن ہوجائے، نیز ہمارے لئے ''توفیق توبہ'' کی راہ فراہم کردے۔

جواد محدثی (۱۳۸۳ش)

☆☆☆☆☆

فطرت کی طرف بازگشت

ضرر ونقصان کو جس جگہ سے بھی روکا جائے وہ مفید وسودمند ہے، میسر زندگی سے جو بھی انحراف اختیار کرتا ہے وہ منزل کمال اور عروج کی طرف جانے کے بہ جائے مسلسل تباہی و بربادی کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے، فلاح کے بجائے نقصان کی طرف قدم بڑھا رہا ہوتا ہے اور ہر لمحہ زندگی کی بازی ہارنے کے درپے ہوتا ہے۔ انسان جب کبھی بھی ایسے راستہ میں پھنس جائے اور اپنے آپ کو ایک بند گلی کے اندر مقید محسوس کرنے لگے تو اسے چاہئے کہ فطرت الٰہی کے نورانی راستہ کی طرف واپس ہو، تاکہ وہ اس طرح سے اپنی گذشتہ سیاہ کاریوں کی تلافی کرسکے۔

''توبہ'' یعنی انسان کا خودفراموشی سے نکل کر خودشناسی کی طرف واپس آنا، ''توبہ'' یعنی عصیان و نافرمانی سے اطاعت وفرمانبرداری، فسق وفجور سے تقویٰ وایمان، غفلت ونسیان سے شعور وادراک ، نیز مفاسد اور برائیوں سے اچھائیوں اور نیکیوں کی طرف بازگشت کرنا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی بازگشت اور ایسی واپسی شعور وآگاہی چاہتی ہے، عزم وارادہ نیز امداد الٰہی کے علاوہ ارتکاب گناہ کے حوالے سے شیطان کو محروم ومایوس کرنے کا تقاضا کرتی ہے، لہٰذا نتیجہ یہ نکلا ''توبہ'' سے مراد تنہا زبان سے اظہار نہیں ہے بلکہ عصیان وگناہ سے قلبی منافرت کے علاوہ ترک گناہ کے سلسلہ میں عزم مصمم کا

پایا جاتا ہے۔ چونکہ گناہ کا خطرہ یقینی ہے لہٰذا گناہ سے توبہ بھی'' واجب فوری'' ہے، اگر فرصت ہاتھ سے نکل جائے اور انسان ناقابل برگشت مراحل تک پہونچ جائے تو ایسی صورت میں توبہ کا ہاتھ تھامنا بھی مفید وسودمند نہیں ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

''توبہ'' ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو برائیوں میں غلطاں ہیں چنانچہ جب موت ان کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اب میں ''توبہ'' کرتا ہوں۔(۱)

موت اچانک آتی ہے، موت کے وقت اور اس کے آنے کی کیفیت سے کوئی واقف نہیں ہے لہٰذا قبل اس کے کہ انسان غافل ہو اور فرصت کے لمحات اس کے ہاتھ سے نکل جائیں، ہر انسان کو اپنا حساب وکتاب صاف کرلینا چاہئے اور آج کل کرنے کے بجائے اسے اپنے گناہ سے ''توبہ'' کرلینا چاہئے۔

امیر المومنین علیہ السلام ایک وصیت میں اپنے فرزند اکبر امام حسن علیہ السلام سے فرماتے ہیں:

جان لو! کہ تم ایسی موت کے دام صید میں ہو کہ جس سے فرار کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور موت کا آنا تم تک حتمی ویقینی ہے، خبردار! حالت عصیان میں تمہارا اس سے سامنا نہ ہو، اسی طرح آپ توبہ کے حوالہ سے تلقین فرماتے ہیں کہ:

خبردار! ایسا نہ ہو کہ موت، تمہارے اور تمہارے توبہ کے درمیان فاصلہ پیدا کردے اور تم ہلاکت سے دوچار ہوجاؤ۔(۲)

اشک غمی بریز و زجرم و خطا گریز

برخیز و بی ریا به در کبریا گریز

---

(۱) نساء، ۱۸۔﴿ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ﴾

(۲) نہج البلاغہ، نامہ ۳۱ ''و انك طريد الموت الذى لا ينجو منه هاربه...''

سر گشتہ تابہ کی بہ بیابان در آفتاب

ی خستہ دل بہ سایہ لطف خدا گریز

کی پیکر ضعیف تو را تاب آتش است بر

خود ببخش و زآتش قہر خدا گریز(۱)

۱۔گریہ کرو اور غم کے آنسو بہاؤ اور جرم وخطا سے فرار اختیار کرو، اٹھو اور بغیر کسی ریا کاری کے در کبریا کی طرف دوڑ لگاؤ۔

۲۔اس تمازت آفتاب (زندگی کی دوڑ) میں بیابانوں کی کب تک خاک چھانتے رہو گے، اے خستہ دل اور خستہ طبیعت! لطف خدا کے سایہ میں پناہ حاصل کر۔

۳۔آخر کتنی دیر تک تمہارا یہ نحیف وناتواں جسم آتش جہنم کو تحمل کر سکے گا؟ اپنے اوپر رحم کھاؤ اور غضب الٰہی کے آگ سے فرار اختیار کرو۔

اگر ہم خدا کی پاکیزہ اور اپنی لطیف فطرت کی طرف پلٹ جائیں تو خدا تک رسائی کی راہ ہموار ہو جائے گی۔

☆☆☆☆☆

---

(۱) سرود سحر، حجۃ الاسلام بجستی، ص ۹۱۔

توبہ رحمت کی کھڑکی

"توبہ" امید کی ایک کرن، رحمت الٰہی کی جانب کھلا ہوا ایک دریچہ ہے، جہاں امید اور اجالے کی رہگذر کے لئے ایک روشندان ہے تاکہ انسان اپنے لئے نجات کے تمام راستوں کو مسدود نہ سمجھے اور خود کو تباہ شدہ جہنم کا ایندھن نیز مفلوک و بیکار تصور نہ کرے اور مزید تباہی و گمراہی کے دریا میں غرق ہونے سے بچ جائے۔

اگر خداوند عالم کا یہ وعدہ ہے کہ میں توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کروں گا تو یہ بندوں کے حق میں اس کا بہت بڑا لطف و کرم اور روشنی کی سمت کھلنے والا ایک روشندان ہے۔ خداوند عالم نے اپنی پاک و پاکیزہ کتاب قرآن مجید میں جہاں ہمیں توبہ کی دعوت دی ہے اور توبہ کرنے والوں کو پسند فرمایا ہے وہیں پر ہمیں رحمت خدا سے مایوس ہونے سے منع کیا ہے، ارشاد قدرت ہے:

﴿لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا﴾(۱)

رحمت خدا سے مایوسی کا اظہار نہ کرو بیشک خدا تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

---

(۱) زمر، ۵۳۔

اس کا یہ ارشاد نہ صرف یہ کہ گنہگاروں کو اپنی رحمت کا امیدوار بناتا ہے بلکہ ناامید کی سرزنش اور مذمت کرتا ہے، اس لئے کہ خدا کا لطف وکرم اور اس کی بخشش کا دائرہ بندوں کے گناہوں سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ اور اس کی رحمت، اس کے غضب پر غالب اور مقدم ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے خداوند عالم کی مشفقانہ رحمت اور مہربانی کی ایک تصویر پیش کی ہے اور اس میں توبہ کے تناظر میں خطا کار اور گنہگار انسانوں کی یاد آوری کی ہے اور آغوش رحمت الٰہی، کی اس طرح توصیف کی ہے۔

''ذرا اس حالت کا تصور کرو جب تم اس سے منھ پھیرے ہوئے ہوگے اور وہ تمہاری طرف رخ کیئے ہوئے ہوگا اور تم کو اپنی عفو وبخشش کی طرف دعوت دے گا وہ تم پر اپنے لطف واحسان کا سایہ کرنا چاہے گا لیکن تم اس سے منحرف وروگردان ہو کے دوسروں کے سراغ میں گم ہوگے، وہ کس قدر بزرگ وتوانا ہے اور تم کس قدر عاجز وناتواں؟! اس کے باوجود آخر کس چیز نے تم کو گناہوں کے ارتکاب پر اس قدر گستاخ وجری بنا دیا ہے؟ جبکہ تم پیہم اس کی رحمت کے سایہ میں زندگی گذار رہے ہو اور وہ تمہاری مسلسل پردہ پوشی کرتا رہا ہے، تم اس کے لطف وکرم میں سراسر ڈوبے ہوئے ہو اور وہ چشم زدن کے لئے بھی اپنے لطف سے غافل نہیں ہوتا اور تمہاری رسوائی اور بے آبروئی کے درپے نہیں ہوتا۔(۱)

چنانچہ اگر تم اس کی اطاعت کرتے ہوتے تو کس قدر اس کی مہربانی اور لطف وکرم سے بہرہ مند ہوتے''۔

انسان امید کے سہارے زندہ ہے، اور اپنی زندگی میں ''امید اور خوف'' کے دونوں پروں کے

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۲۲۳ ''و تمثل فی حال تولیك عنه اقباله علیك ، یدعوك الی عفوه و یتغمدك بفضله و انت متول عنه الی غیره...''

پروں کے ذریعہ تکامل کی منزل کو طے کرتا ہے، اگر انسان خدا کی رحمت ومغفرت سے مایوس ہوجائے تو وہ ہر طرح کے جرائم میں ملوث ہوجائے گا، اس لئے کہ اگر نجات کی توقع اور امید نہ ہوتو کوئی بھی ایسا گناہ نہیں ہوگا کہ جس کا وہ مرتکب نہ ہو، چنانچہ یہی وہ فلسفہ ہے کہ جس کے بابت یہ کہا جاتا ہے رحمت الٰہی سے مایوسی ''گناہ کبیرہ'' ہے۔

باز آی، باز آی، هر آنچه هستی باز آی　　　گر کافر و گبر وبت پرستی، بازآی

این درگه ما درگه نو میدی نیست　　　صد بار اگر توبه شکستی باز آی

اے انسان پلٹ آ اور اپنی بدبختی کی حالت سے باز آجا، اگر تو کافر و بت پرست ہوگیا ہے تو اس راستہ سے پلٹ آ۔

یہ چوکھٹ اور یہ آستانہ ناامیدی کا آستانہ نہیں ہے، اگر تم نے سو بار بھی توبہ شکنی کی ہے پھر بھی یہ در کھلا ہوا ہے پلٹ آ۔

اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں (بدبختی کی) انتہا کو پہونچ چکا ہوں (پانی سر سے اونچا ہوگیا ہے) اب میرے لئے راہ بازگشت باقی نہیں رہی ہے تو ایسا انسان (ہر لحظہ) اور زیادہ گناہوں کے دلدل میں پھنستا چلا جائے گا۔

خداوند عالم اپنے لطف وکرم کی وجہ سے سب سے پہلے اپنے بندوں کو ''توبہ'' کی دعوت دیتا ہے اور اس کے دل میں یہ خیال ڈال دیتا ہے کہ وہ پلٹ جائے، کبھی اسے اتنا غمگین کر دیتا ہے تا کہ وہ خواب غفلت سے چونکے اور اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوجائے، اور کبھی اسے بلاؤں میں گرفتار کر دیتا ہے، تا کہ اس کی توجہ ورغبت خدا کی طرف زیادہ ہوجائے اور وہ اپنی بے خودی کی کیفیت سے باہر آجائے اور کبھی اس کی گرفتاریوں اور پریشانیوں کو بڑھا دیتا ہے اور اس کے راستہ میں مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے کر دیتا ہے تا کہ اس کے وجود کو جھنجھوڑے اور وہ یہ مصیبتیں دیکھ کر اپنے پروردگار کی جانب لوٹ آئے، یہ تمام کیفیت وحالات صرف اس لئے کہ انسان ''توبہ'' کے لئے

آمادہ ہوجائے گویا یہ خدا کی رحمتوں کے مختلف جلوے ہیں تا کہ انسان ہوائے نفس اور شیطان کے چنگل سے چھٹکارا پا جائے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق کہ جس میں آپ نے فرمایا:

"فتح لك باب المتاب"(۱)

"خدا نے تم پر توبہ (بازگشت) کا دروازہ کھول رکھا ہے"۔

جس وقت حضرت آدم علیہ السلام ابلیس کے وسوسہ میں آ کر ترک اولیٰ کے مرتکب ہوئے اور جنت سے نکالے گئے تو خداوند عالم نے ان پر "توبہ" کا دروازہ کھول دیا اور انہیں "کلمات توبہ" کی تعلیمات دے کر دوبارہ بہشت میں پلٹانے کا وعدہ کیا۔(۲)

بھلا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک گنہگار انسان، صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو اور خدا اس پر اپنا دروازہ بند کردے اور اسے قبول کرنے سے انکار کردے؟!

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" و لو ان الناس حين تنزل بهم النقم و تزول عنهم النعم فزعوا الى ربهم بصدق من نياتهم و ولهٍ من قلوبهم لرد عليهم كل شارد و اصلح لهم كل فاسد"(۳)

"اگر لوگ اس وقت جب ان پر عذاب اور مصیبتیں نازل ہو رہی ہوں اور نعمتیں ان کے ہاتھوں سے چھینی جا رہی ہوں، صدق نیت اور رجوع قلب کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف راغب ہوں تو خداوند عالم ان کی سلب کی ہوئی نعمتیں دوبارہ انھیں واپس لوٹا دے گا اور ان کے غلط امور کی اصلاح

(۱) نہج البلاغہ، نامہ ۳۱ (امام حسن علیہ السلام کو جناب امیر کی وصیت)۔

(۲) نہج البلاغہ، خطبہ ۱، "ثم بسط الله سبحانه له فى توبته و لقّاه كلمة رحمته و وعده المردّ الى جنته.."

(۳) نہج البلاغہ، ۱۷۸۔

کر دے گا، کیا ایک بندہ خدا کی ''توبہ'' در رحمت الٰہی کے کھلنے کا سبب نہیں ہے؟

گناہ چاہے جتنے بھی زیادہ ہوں خدا کا لطف و کرم اس سے کہیں زیادہ ہے، ہمارا ہمارے خدا سے رابطہ اس کی ''وسعت کرم'' نیز ''فراوانی نعمت'' کے اصول کی بنیاد پر قائم ہونا چاہئے۔

جب سارے دروازے انسانوں پر بند ہو جاتے ہیں اس وقت بھی آغوش رحمت الٰہی گنہگاروں کے لئے کھلی ہوئی ہوتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ ''بازگشت'' اپنے گناہوں پر سچی ندامت اور مستحکم ارادے پر استوار ہو کہ جس کو دین اسلام کی ثقافت میں ''توبہ نصوح'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حقیقت توبہ

توبہ ''لفظ'' نہیں بلکہ ''عمل'' ہے، ''قول'' نہیں بلکہ ''فعل'' ہے، جب کوئی شخص گناہ کی قباحت اور اس کی آلودگی سے آگاہ ہوجاتا ہے اور اپنی گذشتہ خطاؤں سے شرم سار ہوتا ہے اور یہ ارادہ کرلیتا ہے کہ اب وہ گناہوں کا اعادہ نہیں کرے گا بلکہ اپنے چھوٹے ہوئے نیک اعمال کی تلافی کرے گا تو یہی توبہ ''توبہ حقیقی'' ہے۔

اگر روایات میں ''توبہ'' کے معنی ''ندامت و پشیمانی'' ہے تو اس سے مراد وہ پشیمانی ہے جو نیک عمل کا پیش خیمہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک کوئی پشیمان نہیں ہوتا ترک گناہ کا ارادہ نہیں کرتا، جب تک گنہگار افراد پر ندامت کی کیفیت طاری نہیں ہوتی وہ اپنی اصلاح کے لئے کوئی سنجیدہ اقدام نہیں کرتا، لہٰذا معلوم ہوا کہ ''ندامت'' حقیقت توبہ کا ایک بنیادی عنصر ہے، استغفار اور عذر خواہی اس کے بعد کا مرحلہ ہے، ترک شدہ گذشتہ اعمال کا تدارک تیسرا مرحلہ ہے۔

قرآن مجید میں عام طور پر ''توبہ'' کا تذکرہ اصلاح کے ساتھ آیا ہے مثلاً کہا گیا ہے ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾(۱) جس نے توبہ کی اور عمل صالح انجام دیا، یا یہ آیت

(۱) فرقان، ۷۱۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا ...﴾(۱)

''اے وہ لوگو! کہ جس نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی....''

''نہج البلاغہ'' میں ''توبہ'' کے چھ مرحلے (مرتبہ) بیان کئے گئے ہیں کہ جس سے توبہ کی حقیقت نمایاں و آشکار ہوتی ہے، کسی نے حضرت امیر علیہ السلام کے سامنے استغفر اللہ کہا: حضرت کو حیرت ہوئی اور آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو استغفار کیا ہے؟ ''استغفار'' باعظمت انسانوں کا ایک بہت بڑا درجہ ہے، استغفار ایک ایسا کلمہ ہے جو چھ معانی یعنی چھ مراتب پر مشتمل ہے:

۱۔ اپنے کئے ہوئے پر پشیمان و شرمسار ہو۔

۲۔ ہمیشہ کے لئے ''ترک گناہ'' کا ارادہ رکھتا ہو۔

۳۔ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان سے معافی کا طلبگار ہو۔

۴۔ جو ''واجبات'' ترک کر دیئے ہیں یا چھوٹ گئے ہیں اسے بجالائے۔

۵۔ مال حرام کے ذریعہ جس گوشت پوست کا اس کے بدن میں اضافہ ہوا ہے، اس کو حزن والم کی حرارت سے پگھلادے تا کہ نئے گوشت پوست کی روئیدگی ہو۔

۶۔ جس طرح اس کا جسم اور بدن گناہوں کے انجام دیتے وقت لذت کا احساس کرتا تھا اسی طرح وہ اطاعت خداوندی کی سختی کا مزہ چکھے اس کے بعد کہے ''استغفر الله''۔(۲)

اس کلام علوی سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ توبہ و استغفار صرف زبان سے ''استغفر اللہ'' کہنا نہیں ہے، اسی طرح ''توبہ'' تنہا نفی و انکار نہیں ہے بلکہ عمل و اثبات بھی ہے، فقط اپنے آپ کو برائیوں سے روک لینا نہیں ہے بلکہ گذشتہ کے چھوٹے ہوئے اعمال کا بجالانا بھی ہے۔

---

(۱) بقرہ، ۱۶۰۔

(۲) نہج البلاغہ، حکمت، ۴۱۷۔

توبہ کے لئے ضروری ہے کہ ''حسنات'' سے گناہوں کی پردہ پوشی کی جائے، اگر واجبات چھوٹ گئے ہیں تو انھیں پہلے انجام دیا جائے، اگر اہانت وغیبت وافتراء کے ذریعہ دوسروں کے حقوق ضائع کئے گئے ہیں تو ان حقوق کی ادائیگی کی جائے، اگر کسی کا مال گردن پر رہ گیا ہے تو اسے ادا کیا جائے، ان مراحل کی تکمیل کے بعد مغفرت وآمرزش کے اسباب مہیا ہوتے ہیں۔

بہر حال توبہ کی پہلی شرط اور ''توبہ'' کا پہلا قدم یہ ہے کہ انسان خود شناسی، بصیرت اور بیداری کے اس مرحلہ پر پہونچ جائے کہ اس کے عمل کی قباحت وآلودگی اس کو نادم وشرمسار ہونے پر مجبور کردے۔ کیونکہ اگر دل کے اندر پشیمانی کی کیفیت طاری نہیں ہوگی نیز اس کی گناہوں سے پہلے جیسی دلچسپی اور معصیت کا ارادہ اپنی حالت پر باقی رہتا ہے تو ایسی حالت میں صرف زبانی ''استغفار'' کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اس طرح اس کا بار گناہ کم نہیں ہوگا، احادیث میں آیا ہے:

جو شخص زبان سے استغفار کرے مگر اس کے دل میں گناہ کرنے کا ارادہ موجود ہو تو گویا اس شخص نے استغفار کا مذاق اڑایا ہے۔

خوابہا در پردہ دارد دیدۂ بیدار ما

از تہ دل نیست در میخانہ استغفار ما

سبحہ بر کف، توبہ بر لب، دل پر از ذوق گناہ

معصیت را خندہ می آید ز استغفار ما

ہماری بیدار آنکھیں دراصل خواب کے پردہ میں ہیں (یعنی ہم کو لگ رہا ہے کہ ہم بیدار ہیں ورنہ حقیقت میں ہم بیدار نہیں ہیں) میخانہ میں بیٹھ کے شراب نوشی سے استغفار کرنا، ظاہر ہے کہ یہ استغفار، تہہ دل سے استغفار نہیں ہے۔

ہاتھ میں تسبیح، لب پر توبہ، اور دل ذوق گناہ سے پُر، ہمارے ایسے استغفار سے تو معصیت کو بھی ہنسی آجائے گی۔

توبہ اور جبران مافات

''گناہ'' دل کو سیاہ اور بار کو سنگین بنا دیتا ہے، فضائے معنوی میں کمال و ترقی کی رفتار اور روحانی پرواز کو دھیمی کر دیتا ہے، ''توبہ'' کے ذریعہ دل کی روشنی پلٹ آتی ہے، گناہوں کا سنگین بوجھ اتر جاتا ہے اور پرواز کی رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں، بالکل اس پرندے کی طرح جو پانی میں گر کر بھیگ گیا ہو اور پروں کے سنگین ہو جانے کی وجہ سے فضا کی وسعتوں میں پرواز نہ کر سکتا ہو، چنانچہ اب اگر اسے پرواز کرنا ہے تو اپنے پروں کو جھٹکنا اور اسے خشک کرنا ہوگا تا کہ بغیر کسی رکاوٹ کے وسیع وعریض آسماں کی بلندیوں میں سیر کر سکے۔

''توبہ'' عبودیت و بندگی کی راہ میں پیروں کی زنجیر کھولنے کا نام ہے تا کہ بسوئے کمال اپنے سفر کو جاری رکھا جا سکے، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لا خير في الدنيا الا لرجلين : رجل اذنب ذنوبا فهو يتدارکها بالتوبة ، و رجل يسارع في الخيرات"(۱)

دنیا میں صرف دو ہی افراد کے لئے بھلائی ہے ایک وہ جو گناہوں کا ارتکاب تو کرتا ہے لیکن پھر

(۱) نہج البلاغہ، حکمت، ۹۴۔

توبہ کرلیتا ہے اور دوسرے وہ جو امور خیرات میں پیش قدمی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

''توبہ'' ایک فرصت ہے تا کہ گذشتہ اعمال کی تلافی ہو سکے اور اگر کسی نے اس مہلت و فرصت سے فائدہ نہیں اٹھایا تو یہ خود اس کی کوتاہی ہے، کیونکہ اسے اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کو سدھارنے کا موقع فراہم تھا اور خدا کی طرف سے اسے دعوت بھی دی گئی تھی اور توبہ کی مملکت میں داخل ہونے کے لئے کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔

حضرت علی علیہ السلام کے حکیمانہ کلام میں ملتا ہے:

اگر تم نے برائی کی ہے تو خدا تمہیں توبہ سے منع نہیں کرتا اور نہ ہی وہ فوراً سزا دیتا ہے اور اگر توبہ کے ذریعہ پلٹ آتے ہو تو وہ تمہاری سرزنش نہیں کرتا اور جہاں تم رسوائی کے مستحق و سزاوار ہو وہاں وہ تمہیں رسوا نہیں کرتا، اسی طرح وہ تمہارے ساتھ توبہ کے قبول کرنے میں سختی کا برتاؤ نہیں کرتا ہے اور نہ ہی اپنی رحمت سے وہ تمہیں ناامید کرتا ہے بلکہ اس نے ''توبہ'' اور ''عذر خواہی'' کا دروازہ ہمیشہ تم پر کھلا رکھا ہے۔(۱)

ایک جگہ آپ نے فرمایا:

"ما اهمنی ذنب امهلت بعده حتی اصلی ركعتين و أسأل الله العافية"(۲)

وہ گناہ مجھے اندوہناک نہیں کرتا یا اس گناہ کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے کہ جس کے بعد مجھے اتنی مہلت مل جائے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ سکوں اور خدا سے توبہ و استغفار کرسکوں۔

اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ توبہ و استغفار کی مہلت درحقیقت آثار گناہ کو مٹانے اور نامہ اعمال کو گناہوں کی تاریکی سے پاک کرنے کا ذریعہ ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فرصت سے فائدہ نہ اٹھایا

(۱) نہج البلاغہ، نامہ، ۳۱ ''لم يمنعك ان اسات من التوبة و لم ...''

(۲) نہج البلاغہ، حکمت، ۲۹۹۔

جائے اور وقت نکل جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔

کیا کہنا ان کا کہ جنہوں نے ''جبران مافات'' کی مہلت کو غنیمت جانا اور توبہ کی فرصت سے فائدہ اٹھایا۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے ایک مکتوب میں عثمان بن حنیف سے فرماتے ہیں:

"و همهمت بذكر ربهم شفاههم و تقشعت بطول استغفارهم ذنوبهم"(۱)

''خوشا نصیب کہ جو راتوں کو عبادت خدا کے لئے اپنے بستروں سے جدا ہو جاتے ہیں اور جن کے ہونٹ ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کے گناہ، کثرت استغفار کی وجہ سے محو ہو جاتے ہیں''۔

کبھی ماضی کی تاریخ میں تامل کرنے اور گذشتہ لوگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے بالخصوص ''اہل معصیت'' کے تلخ اور ناخوشگوار انجام کو دیکھ کر جینے کا درس اور ''جبران مافات'' کا موقع ملتا ہے تاکہ انسان اپنی ہوسرانیوں اور طولانی آرزؤں میں گرفتار نہ رہے اور ''ماضی'' کی تاریخ سے اپنے ''مستقبل'' کے لئے عبرت کا درس لے اور تاریخ کے روشن چراغ کی روشنی میں زندگی کے بقیہ راستے کو طے کرے۔

حضرت علی علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو لمبی چوڑی آرزوئیں رکھتے تھے اور عالیشان محل تعمیر کرتے تھے اور بے تحاشہ مال و دولت جمع کرتے تھے کہ کس طرح ان کے عالیشان مکانات قبروں میں تبدیل ہو گئے اور ان کا جمع کیا ہوا سرمایہ تباہ و برباد ہو گیا، ان کے اموال ان کے وارثوں کے ہاتھ لگ گئے اور ان کی بیویوں نے دوسروں سے شادیاں کرلیں وہ خود نہ تو اپنی نیکیوں میں اضافہ کر سکے اور نہ ہی

---

(۱) نہج البلاغہ، نامہ، ۴۵۔

انہوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کیا۔(۱)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

تم سے پہلے والے افراد صرف اس لئے ہلاک ہوگئے کہ ان کی امیدیں دراز اور ان کی آرزوئیں طولانی تھیں اور وہ موت سے پوری طرح غافل تھے، اچانک موت ان تک آپہونچی اس وقت نہ ان کا عذر قبول تھا اور نہ ان کی توبہ مقبول تھی۔(۲)

جب تک جان میں جان ہے اور نفس کی آمد و شد باقی ہے اور جب تک فرصت کے لمحات اور انتخاب کی گھڑی ہمارے ہاتھ میں ہے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی گذشتہ خامیوں اور کوتاہیوں کی تلافی کریں۔

☆☆☆☆☆

(۱) نہج البلاغہ خطبہ،۱۳۲"اما رایتم الذین یاملون بعیدا و یبنون مشیدا"۔

(۲) نہج البلاغہ خطبہ،۱۴۷"انما ھلك من كان قبلكم بطول آمالھم ..."۔

گناہ اور توبہ کے آثار

خداوند عالم نے ''نظام ہستی'' کو اسباب وعلل، تاثیر و تاثر کے اصول وقانون پر استوار کیا ہے، جس طرح بعض کھانے، پینے کی اشیاء انسان کے بدن اور اس کے جسمانی صحت کے لئے مضر اور نقصان دہ ہیں اور بعض علاج اور بعض پرہیز انسان کے جسم کو صحیح وسالم رکھنے کے ضامن ہیں بالکل اسی طرح انسان کے بعض عمل اور بعض کردار انسان کی شخصیت اور اس کی روح کو خراب کرنے کے درپے ہوتے ہیں نیز وہ افعال، اخلاق انسانی کی فردی واجتماعی زندگی پر برے اثرات مرتب کرتے ہیں، اسی کے مقابلہ میں بعض اعمال ایسے بھی ہیں جو اصلاحات سے مربوط ہیں اور تعمیری کردار ادا کرتے ہیں یعنی انسان کی روح، رفتار واخلاق میں بعض اسباب وعلل کے تحت تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے، گناہ اور توبہ بھی انھیں میں سے ہیں۔

گناہ دل کو ''سیاہ''، نامہ عمل کو ''داغدار'' اور انسان کو ''بد بخت'' اور جہنمی بنا دیتا ہے جب کہ ''توبہ'' انسان کے لئے نورانیت، سعادت اور جنت میں داخل ہونے کا پیش خیمہ ہے، گناہ کا کام انسان کو خراب کرنا اور بگاڑنا ہے اور ''توبہ'' کا کام انسان کو بنانا اور سنوارنا ہے، ''گناہ'' نعمتوں کے سلب ہونے کا موجب ہے اور ''توبہ'' نعمتوں کو دوام بخشتی ہے، ''گناہ'' خدا کے غیض وغضب کا سبب ہے

تو "توبہ" رضائے پروردگار کا وسیلہ ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا کی قسم! کوئی بھی قوم کہ جو نعمتوں سے سرشار ماحول میں زندگی گذار رہی ہو اور پھر اس سے وہ نعمتیں اور مرفہ حال زندگی چھین لی جائے تو اس کے سواء کوئی سبب نہیں ہے کہ انہوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے اور اپنے پروردگار کی نافرمانی کی ہے، اس لئے کہ خداوند عالم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اگر وہ لوگ کہ جس پر خدا کا عقاب نازل ہوا اور نعمتیں ان سے چھین لی گئیں، خلوص دل اور صدق نیت کے ساتھ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں فریاد کریں، تو وہ سلب کی ہوئی نعمتیں دوبارہ ان کی طرف پلٹا دی جائیگی۔(۱)

پس معلوم ہوا کہ "گناہ" نعمتوں کو سلب کرتا ہے اور "توبہ" کی وجہ سے دوبارہ وہ نعمتیں پلٹ آتی ہیں، کبھی کبھی خداوند عالم انسان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے مصائب وآلام کے ناگوار گھوٹ پلاتا ہے تا کہ وہ بلا وابتلا کے اسرار ورموز کو سمجھ لے اور راہ راست پر آجائے "توبہ" واصلاح کے ذریعہ اپنے آپ کو سنوار لے۔

حضرت امیر علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

خداوند عالم ارتکاب گناہ کے وقت اپنے بندوں کو مصائب وآلام کے امتحان سے گذارتا ہے اس طرح سے کہ درختوں سے پھل کم ہو جاتے ہیں، "برکتیں" زائل ہو جاتی ہیں "خیرات" کے خزانے بند ہو جاتے ہیں تا کہ توبہ کرنے والا توبہ کے ذریعہ باز آجائے، عبرت حاصل کرنے والا عبرت حاصل کرلے، اور گناہوں سے رکنے والا گناہوں سے باز آجائے، پروردگار عالم نے توبہ واستغفار کو "نزول رزق" کا ذریعہ اور مخلوقات پر "وسعت رحمت" کا وسیلہ قرار دیا ہے، ارشاد قدرت ہے۔

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۸ "ما كان قوم قط فی غض نعمة من عيش..."۔

اپنے رب سے ''استغفار'' کرو کہ وہ بہت بڑا بخشنے والا ہے، وہ تمہارے استغفار کی وجہ سے آسمانوں سے موسلا دھار بارش کرتا ہے، اموال واولاد کے ذریعہ تمہاری مدد کرتا ہے پھر تمہارے لئے باغات ونہریں جاری کرتا ہے، پس ''رحمت خدا'' اور ''برکات الٰہی'' اس کے لئے ہے کہ جو خدا کی بارگاہ میں ''توبہ'' کرتا ہے اوراس سے ''مغفرت'' کا طالب ہوتا ہے۔(۱)

لہٰذا توبہ سے استفادہ کرنا گویا اپنے کو رحمت الٰہی کے سایہ میں قرار دینا اوراس کی برکتوں سے بہرہ مند ہونا ہے۔

ہم ''توبہ'' سے کیوں استفادہ کریں؟ اس سلسلہ میں حضرت امیر علیہ السلام کی تعبیر یہ ہے:

روئے زمین پر گنہگار لوگوں کے لئے عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کے لئے ہی دو چیزیں ''امان'' کا سبب تھیں، ایک پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک، اور دوسرے ''استغفار''، خداوند عالم نے ایک وسیلہ امان، یعنی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود رحمت کو تو اس دنیا سے اٹھالیا لیکن دوسرا وسیلہ ''امان'' یعنی ''استغفار'' اب بھی باقی ہے لہٰذا اس سے وابستہ ہو جاؤ۔

خداوند عالم نے فرمایا: اے پیغمبر! جب تک تم اس امت کے درمیان ہو میں ان پر عذاب نازل نہیں کروں گا اور جب تک یہ امت توبہ واستغفار کرتی رہے گی، خداوند عالم ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔(۲)

البتہ اس سے مراد، دنیا میں نازل ہونے والے وہ عمومی عذاب ہیں جو سابقہ امتوں پر نازل ہوئے ہیں، خداوند عالم نے، بجلی، سیلاب، زلزلہ وطوفان کے ذریعہ ان کو ان کے گناہوں اوران کی

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ۱۴۳ ''ان اللہ یبتلی عبادہ عند الاعمال السیئة بنقص الثمرات و حبس البرکات و اغلاق خزائن الخیرات لیتوب تائب و یقلع مقلع و یتذکر متذکر...''۔

(۱) نہج البلاغہ حکمت ۸۸ ''کان فی الارض آمانان من العذاب اللہ وقد رفع احدھما فذ ونکم الآخر فتمسکوا بہ، اما الامان الذی رفع فھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واما الامان الباقی فاستغفار...''۔

بداعمالیوں کی سزا دی تھی، ان کی ساری آبادیوں کو تہس نہس کر دیا تھا، قرآن مجید نے اس کے متعدد نمونے پیش کئے ہیں۔

لہٰذا ہمیں گناہوں کے سنگین عواقب وانجام سے بے خبر نہیں رہنا چاہئے اور نہ گناہوں کے بعد اپنی اصلاح اور اس کی تلافی سے ناامید ہونا چاہئے، یہ "بلائے ناگہانی" اور یہ "طبیعی حوادث" ہمیشہ نیچر کا تقاضا نہیں ہوتے، بلکہ بسا اوقات یہ قدرت کا تازیانہ اور "تنبیہ الغافلین" کا نمونہ ہوا کرتا ہے، ہم قرآن میں ملاحظہ کرتے ہیں:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِی النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِی عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾(۱)

خشکی و دریا میں جو فساد برپا ہوا ہے وہ لوگوں کے عمل اور ان کی کارستانیوں کا نتیجہ ہے خدا چاہتا ہے کہ ان کو ان کی بعض بداعمالیوں کا مزا چکھائے تاکہ وہ اس سے باز آجائیں۔

افسوس کہ آج کے دور میں جب زلزلہ وسیلاب اور تباہ کن حوادث رونما ہوتے ہیں تو زیادہ تر لوگوں کی نگاہیں اس حوادث کے مادی اسباب وعلل پر ہوتی ہیں۔

عمارتوں کے استحکام اور سد سازی اور سیلاب کی روک تھام کے متعلق بحث ہوتی ہے ان طبعی حوادث سے بچنے کے لئے فیزیکل ذرائع تلاش کئے جاتے ہیں، اگر چہ یہ تدبیریں لازمی ہیں اور اس سے ہم کو انکار نہیں ہے لیکن ہمیں اس سے بھی غافل نہیں ہونا چاہئے کہ زمین وآسمان، دریا، ہوا کا یہ نظام خدا کے حکم کے تابع ہے اور اس کے اشارے پر چل رہا ہے، اس نظام کائنات کے پیچھے حکمت الٰہی کارفرما ہے، اور یہ خدا کی حکمت ہی کا ایک فارمولہ ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو طبعی بلاؤں اور ناگہانی حوادث کے ذریعہ ان کی خطاؤں اور غلطیوں کی جانب متوجہ کرتا ہے تاکہ وہ راہ خدا و راہ

---

(۱) روم، ۴۱۔

فطرت پر گامزن ہوجائیں اور ''طغیان وسرکشی'' سے اپنے ہاتھ کھینچ لیں۔

دعائے کمیل میں آیا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار ہوان گناہوں سے کہ جن کی وجہ سے بلائیں نازل ہوتی ہیں اور جن کی وجہ سے انسان الٰہی نعمتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔

توبہ واستغفار ان گناہوں سے کی جانی چاہئے کہ جوقبولیت دعا کے لئے مانع ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے حجاب الٰہی چاک ہوجاتا ہے اور جوانتقام الٰہی کا سبب بنتے ہیں۔(۱)

''توبہ'' کے ذریعہ اس طرح کی الٰہی عقوبتوں اور ناخوشگوار واقعات کو واقع ہونے سے روکا جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱)''اللھم اغفرلی الذنوب التی تنزل البلاء...''۔

تاخیر کیوں؟

خداوند عالم کی بارگاہ میں وہ نوجوان عزیز ہے جو"توبہ" کرنے والا ہے، توبہ صرف ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو جاں بہ لب، لب گور پڑے ہوئے ہیں یا جو چراغ سحری ہو چکے ہیں یا جن کی عمر کا آفتاب غروب کے نزدیک پہونچ چکا ہے، "توبہ" میں تاخیر خود کئی آفتوں کا پیش خیمہ ہے، کبھی غفلت و فراموشی انسان کو توبہ سے باز رکھتی ہے، کبھی ناگہانی موت انسان سے توبہ کی مہلت چھین لیتی ہے، کبھی گناہوں کی سنگینی اس بات کا باعث بنتی ہے کہ انسان توبہ نہیں کر پاتا، اور اس بات کی کوئی ضمانت نہیں رہ جاتی کہ ہم بوڑھے ہونے کے بعد توبہ کرلیں گے۔

چند گوئی کہ بہ پیری رسم و توبہ کنم؟

چہ کنی گربہ جوانی بہ لحد(۱) درمانی؟

یہ جو کہتے ہو کہ میں بوڑھا ہو جاؤں تو توبہ کرلوں گا، (خدانخواستہ) اگر جوانی میں موت آگئی اور تم آغوش لحد میں پہونچ گئے تو کیا کروگے؟

---

(۱) قبر۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لا تکن ممن یرجو الآخرة بغیر العمل و یرجی التوبة بطول الامل"(۱)

ان لوگوں میں سے مت ہوجاؤ جو بغیر عمل (صالح) کے آخرت کے امیدوار ہیں اور اپنی لمبی آرزوں کی وجہ سے توبہ کے عمل میں تاخیر کر رہے ہیں۔

اگر ہم، صحت وسلامتی، نشاط وفراغت کے دور میں "توبہ" سے غافل رہے اور مسلسل گناہوں کے گرداب میں پھنستے چلے گئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کثرت گناہ اور قساوت قلبی کی وجہ سے یہ توفیق ہم سے سلب ہوجائے گی، اور توبہ کی فرصت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی اور اس کے بعد کی حسرت ناقابل تلافی ہوگی، حضرت علی علیہ السلام کے بقول:

موت کے آجانے سے "توبہ" اٹھالی جاتی ہے اور توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے آپ کا یہ بھی ارشاد ہے:(۲)

"عمل کرو، اس لئے کہ اس وقت راہ عمل کی علامتیں تمہارے لئے ہویدا ہیں اور سرائے امن یعنی آخرت کی طرف تمہارا راستہ کھلا ہوا ہے، اس وقت تمہارے پاس مہلت نیز عمل کے لئے فرصت و فراغت ہے، تمہارے نامہ اعمال کھلے ہوئے اور کاتب عمل کا قلم متحرک ہے، تمہارے اعضاء و جوارح توانا اور تندرست ہیں، تمہاری زبانیں گویا ہیں، اس وقت توبہ بھی مقبول ہے اور تمہارے اعمال بھی قابل قبول ہیں"۔

حضرت کے یہ نورانی کلمات ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ دیکھو! ایک دن ایسا بھی آسکتا ہے کہ نہ تجھ میں نیک کام کرنے کی توانی ہوگی اور نہ ترک گناہ کی ہمت، یہاں تک کہ

---

(۱) نہج البلاغہ، حکمت، ۱۵۰۔

(۲) نہج البلاغہ، خطبہ ۹۴، "اعملوا رحمکم الله علی اعلام بینة ... "۔

تمہاری زبان بھی استغفار کے لئے نہیں کھلے گی، تمہارا نامہ اعمال بند ہو جائے گا اور تمہاری توبہ بھی قبول نہیں ہوگی، جب انسان کے لئے ایسی صورتحال درپیش ہے تو پھر توبہ میں تاخیر کیوں؟!۔

ایک جگہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اے بندگان خدا! ابھی تمہاری گردنوں میں موت کی رسی کسی نہیں گئی ہے، ابھی تمہاری روح آزاد اور تمہارا جسم عیش و آرام میں ہے، ابھی فرصت کے لمحات اور توبہ کی مہلت باقی ہے، ابھی بازگشت کا راستہ کھلا ہوا ہے لہٰذا واپس ہو جاؤ اور توبہ کرو قبل اس کے کہ نفس کی آمد وشد بند ہو جائے اور موت کا فرشتہ تم تک آپہونچے، تم قدرت الٰہی کی مضبوط گرفت میں ہو۔(۱)

شیطان کا ایک حیلہ وحربہ یہ ہے کہ وہ انسانوں کو اپنے وسوسہ اور فریب کے ذریعہ "توبہ" کرنے سے روک دیتا ہے، یہانتک کہ وقت گذر جاتا ہے اور انسان جو کہ اعلیٰ علیین کا مسافر ہے وہ جہنم میں پہونچ جاتا ہے۔

اگر کسی کو "توبہ" کی توفیق نصیب نہیں ہوئی تو اس کے لئے تا ابد حسرت ویاس ندامت وشرمندگی باقی رہ جائے گی یہاں تک کہ وہ آتش جہنم میں پہونچنے بعد بھی کف افسوس ملے گا کہ میں نے توبہ کیوں نہیں کی؟ میں نے اپنا راستہ کیوں نہیں بدلا؟ میں اتنی دیر میں کیوں متوجہ ہوا؟

بابا طاہر کہتے ہیں:

مکن کاری کہ بر پا سنگت آید
جهان با این فراخی تنگت آید
چو روزی نامه خوانان نامه خوانند
تو را از نامه خواندن ننگت آید

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۸۳، "لان عباد الله و الخناق مهمل..."۔

وہ کام مت کرو کہ جس سے تمہارے پیروں میں بیڑی پڑ جائے اور یہ دنیا اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود بھی تم پر تنگ ہو جائے۔

اور جب روز محشر خدا کا فرشتہ تمہیں تمہارا نامہ عمل پڑھ کر سنائے، تو اس کے نامہ عمل پڑھنے سے تمہیں رسوا و شرمندہ ہونا پڑے۔

حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"أ فلا تائب من خطیئته قبل منیته"(۱)

کیا کوئی ایسا نہیں ہے جو موت آنے سے پہلے "توبہ" کرلے؟

شیطان نے بنی نوع آدم کے بہکانے کی جو قسم کھائی تھی وہ آج بھی اس پر باقی ہے اور اپنے نت نئے طریقوں سے اس کا اظہار کرتا ہے وہ آرزوں، امیدوں، اقتصادی فریب کاریوں کے ذریعہ مومن کو توبہ سے دور رکھتا ہے (۲) تا کہ نجات انسان کی آرزو اس کے حق میں عملی نہ ہو سکے اور وقت گذر جائے شیطان برائیوں کو بندگان خدا کی نگاہوں میں اچھا جلوہ دے کر پیش کرتا ہے تا کہ وہ اس کی طرف راغب ہوں اور توبہ سے باز رہیں۔ حضرت علی علیہ السلام، شیطان کی اس فریب کاری کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

"و الشیطان موکل به یزین له المعصیة لیرکبها، و یمنیه التوبة لیسوفها"(۳)

"شیطان اس اعتبار سے مسلط ہے کہ وہ گناہ کو انسان کی نگاہ میں آراستہ کر کے پیش کرے تا کہ وہ اس کے مرتکب ہوں اور ان کو توبہ سے ناامید کرتا ہے تا کہ وہ توبہ کو انجام دینے میں تاخیر کریں"۔

حضرت نے اپنے کلام میں کلمہ تسویف کا استعمال کیا ہے کہ جس کے معنی سوف کہنا ہے یعنی بعد

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۲۸۔

(۲) سورہ نساء، ۱۱۹ ﴿وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ﴾

(۳) نہج البلاغہ، خطبہ ۶۴۔

میں، شیطان انسان کو اس بات کی تلقین کرتا رہتا ہے کہ ابھی موت آنے میں بہت دیر ہے لہٰذا بعد میں توبہ کرلوں گا، اور خدا تو غفار الذنوب ہے۔

☆☆☆☆☆

کس چیز سے توبہ؟

گناہوں کی مختلف قسمیں ہیں بعض گناہ چھوٹے ہیں (گناہ صغیرہ) تو بعض بڑے (گناہ کبیرہ)، بعض گناہوں کا ربط یا خدا سے ہے کہ جس کو "حق اللہ" کہا جاتا ہے یا بندوں سے کہ جس کو "حق الناس" کہا جاتا ہے، کبھی ان گناہوں کا تعلق فکری واعتقادی امور سے ہوتا ہے۔ تو کبھی مسائل اخلاقی واقتصادی سے، بہر حال کسی بھی گناہ کا ارتکاب یا کسی بھی واجب کا ترک یقیناً خدا کی نافرمانی ہے اور خدا سے دوری کا سبب ہے، انسان کو چاہئے کہ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے توبہ کرے تاکہ کل روز محشر پاک و پاکیزہ ہو کر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو، اگر ہم گناہوں کا سنگین بوجھ لے کر اس دنیا سے جائیں گے تو کل روز قیامت ہمارا حساب و کتاب بہت ہی سخت ہو گا اور ہم عذاب الٰہی سے دوچار ہوں گے، لیکن اگر ہم نے توبہ کر لی تو یہ ہماری توبہ روز محشر، پل صراط سے عبور کر جانے کا پروانہ ہو گی ورنہ اس روز کا مواخذہ بہت سخت ہے اور گناہوں کی سزا سے فرار کسی بھی طرح ممکن نہیں ہے۔

بار گنہ ز دام جستن نتوان
دژبانی حشر را گذشتن نتوان
روزی است کہ بی برگ تردد بہ بہشت
آن سوی پل صراط رفتن نتوان

"بار گناہ کے ساتھ نجات و رہائی پانا ناممکن ہے، داروغہ محشر سے بچ کر گذر جانا یہ بھی ناممکن ہے۔"

روز قیامت پل صراط سے گذر کر جنت میں جانا بغیر پروانہ نجات کے ناممکن ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے "نہج البلاغہ" میں بعض ایسے گناہوں کو شمار کیا ہے کہ جس سے توبہ کرنا انسان کے لئے لازم وضروری ہے، اگر آخرت میں ہمارا شانہ ان گناہوں سے خالی نہیں رہا تو ہمیں مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا، آپ فرماتے ہیں:

خداوند عالم کے وہ حتمی فیصلے کہ جن کی بنیاد پر وہ بندوں کو جزا یا سزا دے گا یا جس کی بنیاد پر وہ راضی ہوگا یا قہر کرے گا، یہ ہیں:

کوئی ایسا بندہ نہیں ہے کہ جس کے اعمال اسے فائدہ پہونچائیں (اگر چہ اس نے ان اعمال کو بہ کمال اخلاص ہی کیوں نہ انجام دیا ہو) اگر وہ اس دنیا سے گیا اور اپنے پروردگار سے ملاقات کی اور مذکورہ گناہوں میں سے کوئی ایک گناہ اس کی گردن پر رہ گیا ہو کہ جس سے اس نے توبہ نہ کی ہو وہ گناہ مندرجہ ذیل ہیں:

۔وہ واجب عبادتیں کہ جو ہمارا شرعی وظیفہ ہیں اس میں خدا کے ساتھ غیر خدا کو شریک قرار دیا ہو۔

۔کسی نفس محترم کے قتل سے اپنے غصہ کی آگ ٹھنڈی کی ہو۔

۔اپنے ذاتی مفاد کے لئے دوسروں کی غیبت یا عیب جوئی کی ہو۔

۔ذولسانین ہو یعنی لوگوں کے درمیان سخن چینی (چغل خوری) کی ہو۔

۔لوگوں کے درمیان منافقت کے ساتھ پیش آیا ہو۔ان کو خوب اچھی طرح پہچان لو!(۱)

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۳"ان من عزائم الله فی الذکر الحکیم التی علیها یثیب و یعاقب..."

یہ ان گناہوں کے چند نمونے ہیں یعنی مذکورہ گناہ (شرک، قتل، عیب جوئی، منافقت، چغل خوری) ان گناہوں میں سے ہیں کہ جن کے سنگین عواقب اور منفی اثرات ہیں کہ جن سے انسان کا توبہ کرنا ضروری ہے، اگر ان گناہوں سے توبہ نہیں کی گئی تو روز قیامت ان گناہوں کا حساب وکتاب بہت سخت ہوگا۔

دوسروں یا اپنی ذات پر ظلم ان گناہوں میں سے ہے کہ جس کے متعلق حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے: کہ اس سے توبہ کرنا ضروری ہے، اسی طرح شرک کو ایسے سنگین ظلم سے تعبیر کیا ہے کہ جو بخشا نہیں جائے گا "فاما الظلم الذی لا یغفر فالشرك بالله" وہ ظلم کہ جس کی وجہ سے انسان کو رہائی یا نجات نہیں مل سکتی اور جس کے بارے میں سخت باز پرس ہوگی وہ لوگوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے "و اما الظلم الذی لا یترك فظلم العباد بعضهم بعضا" (۱) آپ فرماتے ہیں: ایسے موارد کے لئے سزا و قصاص بہت سخت اور بہت دشوار ہے، نیز روز قیامت ان مظالم کا مواخذہ جو لوگوں پر کئے گئے ہیں صرف چند کوڑے نہیں ہوں گے بلکہ ان کی سزا اور ان کا قصاص یہاں سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔

آپ مزید فرماتے ہیں: کہ لوگوں کے درمیان عیب جوئی، تفرقہ اندازی اور منافقت پھیلانے سے پرہیز کرو، چنانچہ اس حوالے سے آپ کی حکیمانہ وصیت یہ ہے:

"خوش نصیب ہیں وہ افراد کہ جن کے عیوب خود دوسروں کی عیب جوئی کرنے سے روک دیتے ہیں اسی طرح خوش قسمت ہیں وہ افراد جو اپنے گھر میں بیٹھے اپنی روزی مہیا کرتے ہیں اور اپنے پروردگار کی اطاعت میں مشغول ہیں اور اپنے گناہوں پر گریہ کرتے ہیں"۔

کسی بھی گناہ کو حقیر و معمولی نہیں تصور کرنا چاہئے اور یہ کہنا کہ کاش میرے گناہ اسی حد تک رہتے

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۶۔

یہ خود بہت بڑا گناہ ہے نیز خدا کی عظمت اور حکم پروردگار کی قداست کو سبک تصور کرنا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لا یرجون احد منکم الا ربه و لا یخافن الا ذنبه"(۱)

ہرگز تم میں سے کوئی بھی غیر خدا سے امیدوار نہ ہو، اور خدا کے گناہ کے علاوہ کسی چیز سے خوف محسوس نہ کرے۔

☆☆☆☆☆

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۸۲۔

توبہ کے موانع

''عقل'' اور ''نفس'' کے دوراہے پر پہونچنے کے بعد، عقل کے مدار پر حرکت کرنا اور خواہشات نفسانی کو قدموں تلے کچل دینا، عزم وارادے کا خواہاں ہے۔

اگر انسان معصیت وگناہ کی اس ذلت ورسوائی کے بارے میں کہ جس کا اس کو دنیا وآخرت میں سامنا ہے کافی حد تک اطلاع رکھتا ہے اور روز قیامت کو گنہگار افراد کی ذلت ورسوائی کا بہت بڑا دن تصور کرتا ہے تو وہ آسانی سے ''توبہ'' کی راہ اختیار کرلے گا اور اپنے گناہوں سے ''توبہ'' کرنے کے لئے آمادہ ہوجائے گا، اسی طرح اگر ایک انسان اپنی عمر کی طرف متوجہ ہے اور اپنی زندگی کے ایام کو ایک بہت جلدی گذر جانے والا لمحہ تصور کرتا ہے تو وہ ہرگز ''توبہ'' کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لے گا، چند چیزیں ایسی ہیں کہ جو ''توبہ'' کی راہ میں مانع ہوتی ہے جس کو ہم ذیل کی عبارت میں پیش کررہے ہیں۔

ا۔ آرزوں کا طولانی ہونا:

آرزوں کا طولانی ہونا موانع توبہ میں سے ایک ہے جو شخص یہ تصور کرتا ہے کہ وہ بہت زیادہ دنوں تک اس دنیا میں زندہ رہے گا اور آئندہ چل کر کسی مناسب موقع پر اپنے گناہوں سے توبہ

کرلے گا (تو یہ اس کی بھول ہے) کیونکہ ناگہانی طور پر یہ فرصت کی گھڑی ختم ہوجاتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے "کتاب زندگی" کے اوراق منتشر ہوجاتے ہیں، چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے اس بات سے خبردار کیا ہے آپ فرماتے ہیں:

ان لوگوں میں سے نہ ہوجاؤ کہ جو طولانی خواہشات اور لمبی آرزؤں کی وجہ سے "توبہ" کرنے میں تاخیر کرتے ہیں۔(۱)

۲۔لذت گناہ:

"توبہ" کو ترک کرنے کی دوسری علت "لذت گناہ" ہے، اگر انسان اس واقعیت کو محسوس کرلے کہ گناہوں کی لذت وقتی اور لحاتی ہے اور اس کا عذاب ابدی اور جاودانی ہے تو یقیناً ان شیطانی لذتوں سے منھ موڑ لے گا اور خدا کی اطاعت و بندگی کے راستہ پر گامزن ہوجائے گا چنانچہ نہج البلاغہ میں ہم ملاحظہ کرتے ہیں:

"شتّان ما بین عملین : عمل تذھب لذته و تبقی تبعته ، و عمل تذھب مؤونته و یبقی اجره "(۲)

کس قدر فاصلہ ہے ان دونوں فعلوں کے درمیان، ایک وہ فعل کہ جس کی لذت زائل ہونے والی ہے لیکن اس کے برے اثرات باقی رہنے والے ہیں، دوسرے وہ فعل کہ جس کی مشکلات و پریشانی رفع ہونے والی ہے لیکن اس کا اجر دائمی و پائدار ہے، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" ما من طاعة الله شیء الا یاتی فی کره و ما من معصیة الله شیء الا یاتی فی شھوة ، فرحم الله امرأً نزع عن شھوته و قمع ھوی نفسه"

---

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۱۵۰ "و یرجی التوبة بطول الامل"۔

(۲) نہج البلاغہ، حکمت ۱۲۱۔

اطاعت الٰہی اور واجبات کی ادائیگی انسان کے لئے سخت اور ناگوار ہے لیکن گناہوں کا ارتکاب اس کے لئے خوش آیند اور لذت بخش ہے۔ خدا کی رحمت ہو، اس شخص پر جو شہوت رانی اور ہوس پرستی سے روگردانی اختیار کرے اور نفسانی خواہشات کا گلا گھوٹ دے۔(۱)

۳۔ پلیدی گناہ سے ناواقفیت:

ترک توبہ اور اس میں تاخیر کی ایک اور علت گناہوں کی پلیدی سے ناواقف ہونا ہے، شیطان کا حیلہ اور اس کا فریب اس قدر موثر ہوتا ہے کہ ایک گنہگار انسان اپنے گناہ کی پلیدی اور خباثت کو درک نہیں کر پاتا بلکہ اس کو خوبصورت اور لذت بخش تصور کرتا ہے، جو لوگ کسی غذا کے عوارضی نقصانات اور اس کی وجہ سے جسم کے اندر پیدا ہونے والی بیماریوں سے واقف نہیں ہوتے وہ اس کی دلفریب جاذبیت کو دیکھتے ہی ٹوٹ پڑتے ہیں اور ظاہری لذت کے اصرار پر اس سے اپنا شکم پر کر لیتے ہیں یا ایک ایسا انسان کہ جو سگریٹ نوشی کے ضرر سے واقف نہیں ہے لہٰذا وہ سگریٹ پینے سے لذت محسوس کرتا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے اس عمل سے اپنی جسمانی صحت اور تندرستی کو برباد کر رہا ہے۔

گناہوں کا ضرر و نقصان بھی انسان کی روح اور شخصیت کے لئے نیز اس کی سعادت اور خوشبختی کے حوالے سے ایسا ہی ہے چونکہ وہ اس کے نقصان سے جاہل ہوتا ہے لہٰذا گناہوں کے نشہ میں غرق ہوتا ہے اور اس کے ارتکاب سے وہ لذت محسوس کرتا ہے لہٰذا ''توبہ'' کے ذریعہ نجات پانے کی اسے فکر نہیں ہوتی۔

۴۔ گناہ کو حقیر اور معمولی تصور کرنا:

توبہ کے عمل سے باز رہنے کی ایک علت گناہ کو حقیر اور معمولی تصور کرنا ہے اس عظیم خالق کی بارگاہ

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ، ۱۷۶۔

میں اگر کوئی فعل معصیت و گناہ ہے تو اس کا چھوٹا یا بڑا ہونا معنی نہیں رکھتا ہے۔

روایات میں جو یہ کہا گیا ہے کہ چھوٹے گناہ کو چھوٹا تصور کرنا یہ خود ''گناہ کبیرہ'' ہے وہ اسی حوالے سے ہے کیونکہ ایسا کرنا عظمت خالق سے غفلت کی علامت ہے حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اشد الذنوب ما استهان به صاحبه"(۱)

شدید ترین گناہ، وہ گناہ ہے کہ جس کو اس کا انجام دینے والا معمولی تصور کرے جو شخص ایک خطرناک اور مہلک پھوڑے کو کہ جو ابھی پوری طرح سے ظاہر نہیں ہوا ہے۔ بہت معمولی تصور کرتا ہے اور اس سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس کے مداوا کی فکر نہیں کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

جملہ گناہ بھی روح انسانی کے لئے پھوڑا ہیں لہٰذا جتنا جلد ممکن ہو توبہ کے ذریعہ اس کا علاج کیا جائے تا کہ مدح کی سلامتی کو کوئی خطرہ پہونچے۔

۵۔رحمت الٰہی سے مایوسی:

ترک توبہ کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ گنہگار انسان یہ تصور کرنے لگتا ہے کہ اب ہم اصلاح کے قابل نہیں رہے لہٰذا ''توبہ'' کرنے سے فائدہ کیا؟ بالکل ان مریضوں کی طرح جو اپنے مرض کو لا علاج تصور کرتے ہیں لہٰذا وہ اس کی فکر نہیں کرتے کیونکہ گناہ اور شیطان کے چنگل سے رہائی کی امید، اسی طرح انسانی سعادت اور روح کی سلامتی کی توقع انسان کو ''توبہ'' کی طرف وادار کرتی ہے، اس قدر ''توبہ'' کی تشویق، مغفرت الٰہی کا وعدہ، عفو و بخشش کا حکم کہ جس کا احادیث و روایات نیز متون دینی میں ذکر ہوا ہے وہ اسی ناامیدی اور یاس کو برطرف کرنے کے لئے ہے۔

---

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۳۴۸۔

امیر المومنین علیہ السلام کے کلمات میں اس طرح آیا ہے:

"من اعطی الدعاء لم یحرم الاجابة ، و من اعطی التوبة لم یحرم القبول و من اعطی الاستغفار لم یحرم المغفرة "(۱)

جس نے وفا کی توفیق دی ہے وہ اس کی اجابت سے محروم نہیں کرے گا، جس نے توبہ کی فرصت سے نوازا ہے وہ اس کی قبولیت سے انکار نہیں کرے گا، جس نے استغفار کی مہلت دی ہے وہ عفوو بخشش سے منع نہیں کرے گا۔

کیا یہ ممکن ہے کہ خدا کسی سے مغفرت کا وعدہ کرے اور اپنے بندے کو"توبہ" کی طرف دعوت دے لیکن جب اس کا بندہ پشیمان ہوکر اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اس کی بارگاہ کا چکر لگائے تو وہ خدا اسے رد کردے؟!

آنحضرتؑ کے دوسرے کلام میں ہم یوں ملاحظہ کرتے ہیں:

ایسا نہیں ہوسکتا کہ خداوند عالم اپنے بندوں کے لئے شکر کا دروازہ کھولے اور افزائش و نعمت کا دروازہ بند کردے یا دعا کا دروازہ کھولے اور اس کی قبولیت کا دروازہ بند کردے، یا توبہ کا دروازہ کھلا رکھے اور عفوو بخشش کا دروازہ بند کردے؟!(۲)

۶۔غرور وتکبر:

ترک توبہ کی ایک اور علت غرور وتکبر وسرکشی ہے، بہر حال"توبہ" ندامت وپشیمانی، اظہار عاجزی ،خدا کی بارگاہ میں مغفرت کی درخواست کرنا نیز ترک گناہ کے عہد وپیمان پر کاربند ہونا ہے، مغرور افراد ابلیس کی طرح غرور وتکبر میں مبتلا ہوتے ہیں اور بارگاہ خداوندی سے نکال دیئے جاتے ہیں۔

---

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۱۳۵۔

(۲) نہج البلاغہ، حکمت، ۴۳۵"...و لا لیفتح لعبد باب التوبة و یغلق عنه باب المغفرة"

اگر کوئی جبر و اکراہ کی بنیاد پر ندامت و پشیمانی کا اظہار کرتا ہے یا بادل ناخواستہ عفو و بخشش کا مطالبہ کرتا ہے تو یہ خود ایک طرح سے شیطان کے دام فریب میں آنا ہے، گویا شیطان اس طرح سے انسان کو گناہوں کے دلدل میں ڈھکیل دیتا ہے۔

امام المتقین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام لوگوں کو اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ وہ دوسروں کی سرنوشت سے عبرت حاصل کریں اور ہوش میں آئیں اور خدا کی طرف متوجہ ہوں:

"اذکروا انقطاع اللذات و بقاء التبعات"(۱)

یاد رکھو! کہ لذتیں تمام ہو جانے والی ہیں اور اس کے ناخوشگوار اثرات باقی رہ جانے والے ہیں۔

بہر حال یہ تمام عفو و بخشش کے مواقع مغفرت و رحمت کے وعدے اور اس قدر توبہ کرنے والے گنہگار انسانوں کے لئے نجات اور امید کے سرچشمہ خدا کی طرف سے موجود ہیں، اب اگر اس کے بعد "مانگنے والا کاہل اور سست ہے تو اس میں صاحب خانہ کا کیا قصور ہے؟!

حکیم امت حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"عجبت لمن یقنط و معه الاستغفار"(۲)

مجھے حیرت ہوتی ہے اس شخص پر کہ جس کے پاس استغفار کا نسخہ موجود ہے اور وہ مایوس و ناامید ہوتا ہے۔

وہ افراد جو علم و آگہی اور خدا کی معرفت کے ساتھ ساتھ صاحبان عزم و حوصلہ ہیں وہ راہ عبودیت و بندگی میں مذکورہ "موانع توبہ" کے اوپر پوری طرح سے مسلط ہوتے ہیں اور شیطان کو اس کے ہر حیلہ اور حربے کے ساتھ اپنے اوپر غالب ہونے سے ناکام اور محروم کر دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

---

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۴۳۳۔

(۲) نہج البلاغہ، حکمت، ۸۷۔

توبہ سے زیادہ آسان راستہ

یہ حکیمانہ قول کہ ''پرہیز کرنا علاج کرنے سے بہتر ہے'' یہ ''فارمولہ'' اخلاقی وتربیتی مسائل میں بھی سو فیصد درست ہے، اگر کوئی شخص غفلت و بے توجہی کے نتیجہ میں نیز سلامتی امور کی رعایت نہ کرنے کی بنا پر کسی مرض یا بیماری میں مبتلا ہوگیا ہے تو اس کا راہ حل اور اس سے نجات پانے کا طریقہ کسی ماہر ڈاکٹر یا ''طبیب حاذق'' کی طرف رجوع کرنا ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ علاج بہت ہی گراں اور سنگین اخرجات کا حامل ہوتا ہے اور کبھی یہ بھی ممکن ہے کہ مرض صحیح ہونے کے بعد اس علاج کا مضر اثر (ری اکشن) سامنے آجاتا ہے جو تاعمر قائم رہتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں بہترین طریقہ اور بہترین راہ علاج اس سلسلہ میں پرہیز کرنا اور ڈاکٹری کے اصولوں کی رعایت کرنا ہے کہ جس میں سہولت اور کم خرچ ہونے کے ساتھ کوئی نقصان اور ''ری اکشن'' بھی نہیں ہے۔

یہ بات درست ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رؤف ومہربان پروردگار عالم نے اپنے گنہگار بندوں کے لئے تمام راستے بند نہیں کئے ہیں، اور گناہ کے بعد ان کو ایک بند گلی میں قرار نہیں دیا ہے، بلکہ ''بنام توبہ'' ایک در ان کے لئے کھلا رکھا ہے اور ان کو توبہ کرنے کی دعوت دی ہے، لیکن کیا سارے گنہگار افراد اس بات کی طرف متوجہ ہیں کہ جو انہوں نے برائیاں اور غلطیاں کی ہیں اس سے انھیں ''توبہ'' کرلینا چاہئے؟

کیا شیطان انھیں اتنی آسانی سے چھوڑ دے گا کہ وہ اس کے چنگل سے فرار ہوجائیں اور دوبارہ

وہ اس کے ''دام فریب'' میں نہ آئیں؟!

اور اگر انھوں نے توبہ کر بھی لی تو کیا ان کی ''توبہ'' اس قدر موثر ہوگی کہ جوان کے سارے گناہوں کومحو کردے؟!۔

اور اگر توفیق توبہ نہیں ہوئی تو پھر کیا ہوگا؟!

اور اگر موت نے توبہ کی مہلت نہیں دی تب کیا ہوگا؟!

یہی وہ موارد ہیں کہ جہاں پر یہ کہا جاتا ہے کہ پرہیز کرنا معالجہ سے بہتر ہے اور علاج کرنے سے زیادہ آسان ہے، یعنی انسان سرے سے گناہ ہی نہ کرے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ترك الذنب اهون من طلب التوبة ''(۱) گناہوں کا ترک کرنا ''توبہ'' کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

جو چیز اس حوالے سے انسان کو قوت بخشتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کا نفس امارہ پر مسلط ہونا اور اپنی ہوا وہوس پر پوری طرح غالب آنا۔

انسان کو چاہئے کہ ''زمام نفس'' پر اپنی گرفت کو مضبوط رکھے اور نفس کی سواری کو ''اطاعت الٰہی کی وادی کی طرف ''مہمیز'' کرے، نہ یہ کہ نفس پر سوار ہو کر بے اختیار چلتا چلا جائے۔

امیر المومنین علیہ السلام اپنے نورانی کلام میں اس شخص کی تعریف کرتے ہیں جو خدا سے ڈرتا ہے اور ''نفس امارہ'' کی ''لگام'' کو اپنے اختیار اور کنٹرول میں رکھتا ہے، جب گناہ کا موقع آتا ہے تو ''لجام نفس'' پر اپنی گرفت مضبوط کرلیتا ہے اور اس کو گناہ کی ممنوعہ وادی میں جانے سے روک دیتا ہے اور ''اطاعت الٰہی'' کی طرف بڑھنے کے لئے مہمیز کرتا ہے۔(۱)

---

(۱) نہج البلاغہ؛ محمد عبدہ کے اعتبار سے، حکمت ۱۷۰۔ دوسرے نسخوں میں توبہ کے بجائے (معونة) استعمال ہوا ہے، یعنی عفوو بخشش کے لئے مدد طلب کرنا۔

اس ''تدبیر'' اور اس ''حکمت عملی'' (کنٹرول نفس) کے ذریعہ سخت گناہوں سے بچا جا سکتا ہے تاکہ ''توبہ'' کی نوبت نہ آئے اور یہ بہت آسان اور ایسا کرنا عملاً ممکن ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ، ۲۳۷ ''امروا لجم نفسه بلجامها و زمها بزمامها فامسكها بلجامها عن معاصى الله و قادها بزمامها الى طاعة الله''۔

بخشش ومعرفت کے اور دوسرے طریقے

ہم نے مانا کہ ''توبہ'' کی کچھ مقدماتی شرطیں ہیں، مثلاً گناہوں سے شرمندگی وپشیمانی، دوبارہ اس کوانجام نہ دینے کا ارادہ، تاکہ مغفرت طلبی اور زبانی استغفار کا مرحلہ حاصل ہو جیسا کہ قبولیت توبہ اور گناہوں سے مغفرت کا وعدہ خدا نے کیا ہے، لیکن حضرت علی علیہ السلام کے نورانی کلام میں اس کے علاوہ اور دوسرے طریقے بھی ذکر ہوئے ہیں جو مغفرت الٰہی کا سبب ہیں اور گناہوں کے حوالے سے ''جبران مافات'' کے دائرے میں آتے ہیں منجملہ ان میں سے یہ ہیں:

ا۔ نماز کی ادائیگی اور اس کی پابندی:

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں، نماز ادا کرو اور اس کی محافظت و پابندی کرو نیز زیادہ سے زیادہ نماز پڑھو، اور نماز کے وسیلہ سے خدا سے نزدیک ہوجاؤ کیونکہ نماز گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتی ہے جیسے موسم خزاں میں درخت سے پتے جھڑتے ہیں اور نماز گنہگاروں کے لئے معصیت سے نجات کا باعث ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو ایک ایسی نہر سے تشبیہ دی ہے جو ہر انسان کے گھر میں جاری ہے اور اس میں ہر روز وہ پانچ مرتبہ ''غوطہ'' لگاتا ہے۔ کیا اس کے

بعد یہ امکان رہ جاتا ہے کہ گناہ کی آلودگی اس کے ساتھ باقی رہے؟(۱)

۲۔ترک گناہ:

گناہوں سے محفوظ رہنا اور اپنے کو معصیت سے آلودہ نہ کرنا خود ایک ''توبہ'' ہے اور اس کو ایک نیک عمل کے طور پر جانا گیا ہے کہ جس کے اوپر ثواب مرتب ہوتا ہے، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" بل جعل نزوعك عن الذنب الحسنة "(۲)

خداوند عالم نے گناہوں سے دور رہنے کو''حسنہ'' قرار دیا ہے، اور''حسنہ'' کا ثواب دس گنا ہے۔

۳۔کار خیر انجام دینا:

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"صدقة السر فانها تكفر الخطيئة "(۳)

پوشیدہ طریقہ سے صدقہ دینا گناہوں کی پردہ پوشی ہے۔ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں کہ عاجز و ناتواں افراد کی مدد کرنا اور ان کی فریادرسی کرنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔

''من كفارات الذنوب العظام اغاثة الملهوف و التنفس عن المكروب''(۴)

۴۔بیماری کا تحمل کرنا:

بہت سی روایتوں میں آیا ہے کہ بسا اوقات انسان کی بیماری اور اس کا مرض خدا کی جانب سے

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۹''تعاهدوا امر الصلاة و حافظوا عليها''۔

(۲) نہج البلاغہ، نامہ ۳۱۔

(۳) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۰۔

(۴) نہج البلاغہ، حکمت ۲۴۔

''ہدیہ'' ہے تاکہ خدا اس بیماری کے ذریعہ سے اس کے گناہوں کو بخش دے اور آخرت کے لئے کوئی گناہ اس کی گردن پر باقی نہ رہے ایسی حالت میں ایک مریض کا اجرت الٰہی کی امید میں اس مرض پر صبر و تحمل کرنا اس کے گناہوں کو پاک کر دیتا ہے۔

نہج البلاغہ میں ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام اس شخص کے جواب میں کہ جو اپنے مرض کی تکلیف کی وجہ سے کراہتا اور تڑپتا ہے، فرماتے ہیں:

خداوند عالم بیماری کی وجہ سے تیرے اس نالہ و گریہ کو تمہارے گناہوں کے جھڑنے کا سبب قرار دیتا ہے کیونکہ اس بیماری میں کوئی جزا نہیں ہے لیکن یہ بیماری گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتی ہے جس طرح سے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔(۱)

بہر حال بندگان خدا کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے کو شائستہ امور، یاد الٰہی نیز خدا کی اطاعت و بندگی سے وابستہ رکھیں تاکہ خدا گنہگار بندوں کو اپنے لطف و کرم کا سزاوار قرار دے اور ان کے گناہوں پر ''قلم عفو'' کھینچے۔

☆☆☆☆☆

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۴۲۔

ہوسکتا ہے صلاح ہو؟

آخری گفتگو یہ ہے کہ خدا یہ نہیں چاہتا کہ ہم اور آپ گناہوں میں مبتلا اور برائیوں میں گرفتار رہیں، اور ہماری تخلیق کا مقصد بھی یہ نہیں ہے، اگر ہم گناہوں کی وادی میں سرگرداں پھر رہے ہیں تو یہ خود ہماری بے راہروی اور فطرت سے منحرف و دور ہونے کا نتیجہ ہے، ایسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ "توبہ" کی سیڑھیوں کے ذریعہ ہم خود کو نفس کی پاکیزگی اور روح کی طہارت کے بام عروج تک پہونچادیں۔

آتش گناہ کی ابتدا ایک چنگاری ہے یہ چنگاری آہستہ آہستہ شعلہ بن جاتی ہے۔

اس وجہ سے ہمیں چاہئے کہ ہم اس چنگاری کے نمودار ہونے سے ڈرتے رہیں ورنہ اس کے شعلہ خشک جڑوں کو جلا کر راکھ کر دیں گے اور پھر اسے ہوا میں منتشر کر دیں گے۔

پھر تو سب کچھ ممکن ہے، خدا کرے ایسا نہ ہو اور ہرگز ایسا نہ ہو، ہرگز، ہرگز۔

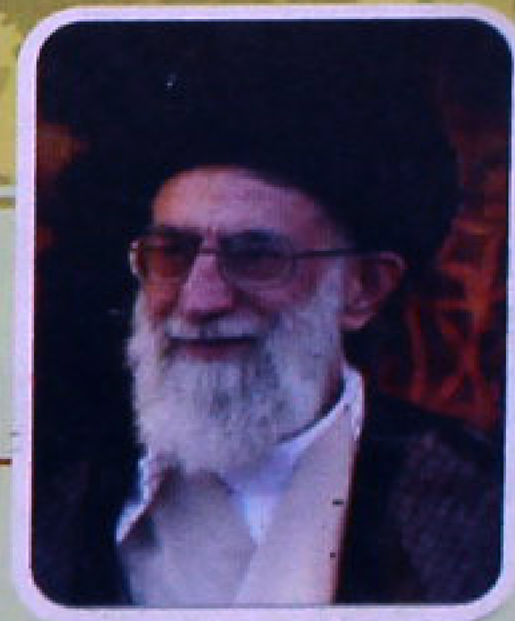
اگر چہ ہوسکتا ہے دوبارہ اس کمین گاہ میں صبح کی روشنی نمودار ہو۔

ہوسکتا ہے کہ ستاروں کے طلوع ہونے سے رات کی تاریکی چھٹ جائے اور ہمیں پناہ گاہ تک پہونچنے کا راستہ مل جائے۔

ہوسکتا ہے کہ توبہ وانابت کے دونوں ہاتھوں سے گناہوں کی سلاخیں توڑ دی جائیں۔
ہوسکتا ہے چہرہ حیات کی نورانیت سے گناہوں کی ظلمت چھٹ جائے۔
ہوسکتا ہے کہ صلاح وفلاح کے آستانہ تک رسائی ہوجائے۔(۱)
خدا کرے ''شوق توبہ'' ہمارے قدموں کو وادی توبہ کی طرف کھینچ لے اور ہمارے دلوں میں ''امید رحمت الہٰی'' کا چراغ روشن ہوجائے۔(آمین ثم امین)

☆☆☆☆☆

(۱) برگ وبار، جواد محدثی، ص ۲۴۹۔



قائد انقلاب اسلامی امام خامنہ ای:

ہماری مثال اس بیمار جیسی ہے جس کی جیب میں یا اس کی الماری میں ایک ماہر طبیب کا نسخہ پڑا ہوا ہے لیکن وہ اس نسخے کو کھول کر نہیں دیکھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اور ساتھ ہی اس مرض کی تکلیف سے تڑپتا بھی ہے۔ صدیوں سے نہج البلاغہ ہمارے پاس ہے لیکن ہم نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور اپنی فردی اور اجتماعی بیماریوں کو سینے سے لگائے رکھا۔ یہ وہ افسوس ناک درد ہے جو ہر اس شخص کو تڑپائے گا جو نہج البلاغہ سے آگاہی حاصل کرلے۔

Email: ummetkmr@yahoo.com - ummetkmr@gmail.com